محمد ابوبکر غازی پوری

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا ایک عظیم فرزند

غزالی ورازی، ابن تیمیہ وابن قیم، ابن رشد وابن حزم، مجدد الف ثانی وشاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسحٰق، محمد قاسم نانوتوی ومحمود حسن دیوبندی، شاہ انور کشمیری وحسین احمد مدنی، اسلامی تاریخ کی یہ ایسی شخصیتیں ہیں کہ جب سامعہ سے یہ نام ٹکراتے ہیں تو پردۂ ذہن پر جو شخصیتیں ابھرتی ہیں، ان کی جلالت علمی اور عظمت شان سے قلوب پر ایک ہیبت طاری ہوتی ہے اوران کا محض تصور ہی نگاہ کو خیرہ کردیتا ہے۔ علم کی دنیا ان ناموں سے زندہ اورتابندہ ہے اور یہ شخصیتیں اسلامی تاریخ کا قابل فخر سرمایہ ہیں۔

آج کے اس دور میں جب کہ علمی انحطاط روزافزوں ہے اور قابل احترام علمی شخصیتیں یکے بعد دیگرے اٹھتی چلی جارہی ہیں، علم کی چمک دمک ماند ہوتی جارہی ہے اور علم کی بزم سونی سونی سی دکھلائی پڑتی ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی وفات کا حادثہ علمی دنیا کے لئے ایک زبردست المیہ ہے۔ مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت انہی چند گنے چنے لوگوں میں سی تھی، جن کے نام ہی سے دل ودماغ ان کی جلالت علمی اور عظمت شان کا وزن محسوس کرتے ہیں۔ آہ کہ آج یہ دنیائے علم وفضل کا گوہر نایاب بھی ہم سے رخصت ہوچکا اور دنیائے علم و ادب ایک ایسی عظیم المرتبت شخصیت سے محروم ہوگئی جس کا بدل شاید آئندہ چشم فلک نہ دیکھ سکے۔

مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ساختہ پرداختہ اور حضرت علامہ کشمیریؒ کے علوم کے اس وقت سب سے بڑے امین تھے۔ آپ کی وفات سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور دارالعلوم دیوبند کو جہاں سخت دھچکا پہنچا ہے، وہیں انوری علوم کی دنیا ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہوگئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ حضرت شاہ انور کشمیریؒ، جن کے تلامذہ آج بھی بڑی تعداد میں ہندوپاک میں موجود ہیں کی ایسی علمی وروحانی یادگار تھے، جنہیں دیکھ کر حضرت شاہ صاحب کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ان کی ذات انوری علوم کو خاص طور پر اپنے اندر جذب کئے ہوئے تھی۔ بلامبالغہ حضرت کشمیریؒ کے موجودہ تلامذہ میں حضرت بنوریؒ

کو جو شاہ صاحب کے علوم سے مناسبت تھی، اتنی مناسبت کم ہی لوگوں کو رہی ہے۔ حضرت بنوریؒ کا سینہ انوری علوم کا گنجینہ تھا، جس کی مشاہد ان کی تصنیفات و تالیفات ہیں، خصوصاً ترمذی کی شرح جو معارف السنن کے نام سے اہل علم کے سامنے آچکی ہے، اس سے جہاں آپ کے علم حدیث و رجال میں مرتبہ کا پتہ چلتا ہے، وہیں حضرت شاہ انور کے علوم سے گہری مناسبت، سچی عقیدت اور قلبی محبت ہر ہر سطر پتہ دیتی ہے۔ آپ کی نظر بڑی وسیع تھی، آپ کا مطالعہ بڑا عمیق تھا، آپ کی فقہی اور حدیثی بصیرت ہمہ جہتی و ہمہ گیر تھی، آپ کا علم بڑا اونچا اور حافظہ غضب کا تھا۔ متقدمین و متاخرین کی کتابوں کا آپ نے گہرا مطالعہ کیا تھا، لیکن ان سب کے باوجود حضرت انور کے علوم کی بزم جب آپ اپنی کتابوں میں سجاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق کی دنیا میں یہی وہ آخری تحقیق ہے جس پر آپ کو اطمینان ہے۔

آپ نے صرف یہی نہیں کہ حضرت شاہ انور کے علوم کو اپنے اندر جذب کرلیا تھا، بلکہ ان کے علوم کی اشاعت کو آپ نے اپنا مشن بنالیا تھا۔ چنانچہ آپ کو ہر کتاب میں انوری علوم جھلکتے، چمکتے، دمکتے نظر آئیں گے۔

عرض کرچکا ہوں کہ مولانا کا ہر فن میں علمی مقام بہت اونچا تھا، لیکن علم حدیث اور اس کے متعلقات اور علم ادب یہ ایسے فنون تھے جس میں آپ کا مقام معاصر علماء میں بہت بلند تھا۔ علم حدیث میں آپ کے بلند مقام کا اندازہ کرنے کے لئے شرح ترمذی کافی ہے۔ ہزاروں صفحات کی یہ شرح چھ ضخیم جلدوں میں اہل علم کے سامنے آچکی ہے اور اگر آپ کی حیات وفا کرتی اور زندگی کچھ اور ساتھ دیتی تو بارہ جلدوں تک یہ شرح تمام ہوتی۔ جنہوں نے اس شرح کا کہیں سے مطالعہ کیا ہے اور جن کو فن حدیث سے کچھ مناسبت ہے، انہیں اندازہ ہوگا کہ مولانا مرحوم کا علم حدیث میں پایہ کتنا بلند تھا اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع اور ان کا علم کتنا عمیق تھا، ان کی نظر کتنی گہری تھی اور ان کا حافظہ کتنا قوی تھا۔ اس شرح میں نقول و نصوص کا ایک دریائے بیکراں ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا ہے، کہاں کہاں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مولانا اکابر کی تحقیقات پیش کرتے ہیں، جس سے آپ کے استحضار علمی کا پتہ چلتا ہے جو بحث اٹھاتے ہیں، فنی مہارت اور پوری بصیرت کے ساتھ اس پر کلام کرتے ہیں اور پھر اس موضوع خاص میں کلام کی گنجائش بہت ہی کم باقی رہ جاتی ہے۔ آپ مسلک حنفی میں بلاشبہ متشدد تھے، مگر آپ کا یہ تشدد تقلید محض کے طور پر نہیں، بلکہ علم و بصیرت کی بنیاد پر تھا، لیکن اس وصف کے باوجود جہاں کہیں حنفی مسلک کا ضعف کسی مسئلہ میں آپ کو ظاہر ہوتا تو ایک صاحب علم محقق انسان کی طرح آپ اس کا اعتراف کرتے تھے اور دوسرے قوی علمی دلائل کو آپ تسلیم کرتے تھے۔ آپ نرے مقلد نہیں، بلکہ ایک محقق اور صاحب نظر عالم تھے اور یہی وجہ ہے کہ باوجود حضرت علامہ کشمیریؒ کے ساتھ گہری عقیدت و محبت کے، بعض تحقیقات میں آپ نے ان سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اگر موقع ہوتا اور گنجائش ہوتی تو اس طرح کی آپ کی علمی تحقیقات کا نمونہ بھی پیش کیا جاتا، لیکن نہ اس

وقت اس کا موقع ہے اور نہ اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش ہے جنہیں میری بات کی تصدیق کرنی ہو وہ مولانا کی تصانیف کی طرف مراجعت فرمائیں۔

حضرت علامہ بنوریؒ کا ادبی مقام بھی بہت بلند تھا‘ خصوصاً عربی ادب میں تو آپ کا پایہ معاصرین علماء میں بہت ہی اونچا تھا‘ جس کا اعتراف بلادِ عربیہ کے ادباء اور علماء کو بھی تھا۔ عربی زبان پر آپ بالکل ایک صاحبِ زبان کی طرح عبور رکھتے تھے‘ بلاتکلف بولتے تھے‘ بلاتکلف لکھتے تھے اور بلاتکلف عربی کے اشعار کہتے تھے جو اپنی زبان و بیان، اپنے تیور اور اپنے انداز میں کسی بھی عربی شاعر کے اشعار کے مقابلہ میں رکھے جاسکتے ہیں۔ طویل طویل عربی قصائد آپ بلاتکلف اور ارتجالاً کہہ سکتے تھے۔ آپ کی پہلی ادبی تصنیف جو آپ نے عین عنفوان شباب میں بیس برس سے کم ہی عمر میں اپنے استاذ حضرت کشمیری کے حالات میں ”نفحة العنبر“ کے نام سے لکھی ہے، تنہا وہی آپ کے ادبی ذوق، ادبی مہارت اور عربی الفاظ وکلمات کے بے نظیر استحضار کو بتلاتی ہے۔ پڑھئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ وکلمات کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا سامنے کھڑا ہے۔ خود آپ کی عربی شرح معارف السنن باوجود علمی اور فنی مباحث جس میں عام طور پر خشک بیانی اور تعقید پیدا ہو جاتی ہے‘ سلیس عربی زبان و بیان کا بہترین نمونہ ہے۔ عربی زبان پر بے انتہاء قدرت کا نتیجہ ہے کہ آپ اپنی بات کو نہایت سلجھے ہوئے انداز سے آسان پیرایہ میں ادا کرتے ہیں‘ جس میں زبان کی روانی، فصاحت و بلاغت اور الفاظ وکلمات کا حسن انتخاب موجود ہوتا ہے۔

آپ کی علمی وادبی شخصیت کا اعتراف عالم اسلام کے بلند پایہ علماء نے کیا ہے‘ عربی اور اسلامی دنیا میں آپ کی شخصیت جانی اور پہچانی ہے‘ بڑے بڑے صاحبِ علم وادب سے آپ کا تعارف ہے اور بلادِ عربیہ کے اہل علم کی مجلس میں آپ کا وزن ہوتا تھا اور لوگ آپ کی جلالت علمی، عظمت شان اور ادبی براعت سے متاثر تھے۔ علامہ زاہد الکوثری جیسے صاحب نظر و محقق عالم کو آپ کے علم کا اعتراف تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ: جب حضرت کشمیریؒ کے شاگردوں کا یہ عالم ہے تو وہ خود کیا کچھ نہ ہوں گے۔ اسلامی دنیا کی تقریبات میں آپ مدعو کئے جاتے تھے‘ قاہرہ کی مجمع البحوث الاسلامیہ کے آپ ممبر تھے۔ رابطہ اسلامی مکہ اور المجلس العلمی دمشق کے آپ رکن تھے‘ عرب علماء کی نگاہوں میں آپ کا بڑا وقار تھا۔

عربی ادب کے سوا خود اردو ادب میں بھی آپ کا پایہ کچھ کم بلند نہیں تھا‘ جس کے شاہد بینات کے پرچے ہیں جو آپ کی ادارت میں بڑی شان و بیان سے پابندی کے ساتھ برابر نکلتا رہا۔ آپ کی اردو فصیح و بلیغ اور آپ کا قلم بہت ہی رواں دواں تھا‘ اپنی بات کو پورے طور پر اچھے سے اچھے انداز میں آپ کہنے پر قادر تھے۔

علمائے دارالعلوم دیوبند کا شروع سے یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ ان کے عمل کی جولانگاہ کبھی ایک نہیں رہی

ہے‘ وہ بیک وقت مختلف میدانوں کے مرد ہوا کرتے تھے۔ اگر وہ ایک طرف درس وتدریس اور افادہ واستفادہ میں مشغول ہوتے تو دوسری طرف تالیف وتصنیف میں بھی ان کے قلم اپنی جولانی دکھلاتے‘ وعظ وخطابت اور دعوت و ارشاد کے ممبر بھی ان کی صدائے حق سے گونجتے۔ اگر وہ خانقاہ آباد کرتے تو دوسری طرف میدان حرب وضرب کے بھی وہ سپاہی ہوتے۔ ایک طرف عابد وزاہد مرقاض اور تہجد شب گذار ہوتے تو دوسری طرف میدان سیاست و قیادت کے بھی رجال کار ہوتے۔ غرض علمائے دیوبند شریعت وطریقت، دین وسیادت سب کے جامع تھے اور یہی وہ جامعیت تھی جس نے ان کو ابنائے زمانہ کی نگاہ میں بہت بلند مقام دیا اور ان کی عظمت وجلال کے سامنے سب کی گردنیں جھکیں‘ ان کی بے لوث دینی وعلمی، سیاسی اور سماجی خدمات کا دنیا نے اعتراف کیا‘ عالم اسلام سے اٹھنے والی دینی وعلمی، سیاسی اور ملی تحریکوں میں ان کا بالواسطہ یا بلا واسطہ حصہ ہوتا‘ اسی جامعیت سے اللہ نے مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نوازا تھا۔ مولانا زبردست عالم ومحقق، عظیم مصنف ومؤلف اور شیخ طریقت اور مربی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست مجاہد اور سیاسی میدان کے بھی آدمی تھے‘ جو بھی دینی تحریک پاکستان کی سرزمین پر اٹھی، اس میں ان کا حصہ تھا اور جو بھی غیر دینی تحریک دشمنان اسلام نے اسلام کے نام پر چلائی‘ اس کی بیخ کنی کے لئے وہ ہمہ تن آمادہ اور تیار تھے۔ سیاسی میدان سے الگ تھلگ رہنے کے باوجود ان سیاسی امور کی مخالفت میں پیش پیش ہوتے اور زبردست حصہ لیتے، جس سے اسلامی کاز کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ صدر ایوب کے زمانے سے لے کر مسٹر بھٹو کے زمانہ تک شور وشون اور تھل پتھل کا زمانہ تھا‘ آپ نے ہر غیر دینی تحریک کے خلاف اپنی زبان وقلم کو کھلا اور بلند رکھا اور آپ نے بلا خوف اہل حکومت کو آگاہ کیا کہ غیر اسلامی مزاج نظام اور قانون کو پاکستان میں برداشت نہیں کیا جائے گا۔ آپ نے ارباب حکومت کو متنبہ کیا کہ اسلامی مسائل اور اسلامی قوانین کو اپنی سیاست کی جولانگاہ‘ وہ نہ بنائیں۔ عائلی قوانین میں تبدیلی کی تحریک ہو یا منکرین حدیث کی ریشہ دیوانیاں، قادیانیت کا ناسور ہو یا اہل قرآن کے نام سے ابھرتا ہوا الحادی گروہ، ہر ایک کا آپ نے مقابلہ کیا اور دلائل کی قوت سے ان کی غلطیوں اور گمراہیوں کو ظاہر کیا۔

قادیانیت کے سلسلہ میں آپ نے جو زبردست کارنامہ انجام دیا ہے اور اس کو اسلام سے خارج جماعت قرار دینے میں جو آپ کا اہم حصہ رہا ہے‘ اس نے آپ کے مقام اور آپ کی شخصیت کو عالم اسلام میں بہت بلند اور محترم کر دیا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر تھے‘ اس پلیٹ فارم سے آپ نے قادیانیت پر سخت یلغار کی‘ تا آنکہ آج قادیانی گروہ ایک غیر مسلم رعایا کی شکل میں پاکستان میں ذلت وخواری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف زبردست مہم چلائی‘ کتابیں لکھیں‘ مقالات لکھے۔ دنیا کے مختلف عربی وافریقی ممالک کا دورہ کیا اور وہاں کے مسلمانوں کو قادیانی ازم کی حقیقت سے آگاہ کیا اور آخر کار آپ کی یہ

جدوجہد کامیاب رہی جو انشاء اللہ! آپ کے دفتر اعمال کا سب سے وقیع اور رفیع ذخیرہ ہوگا' اس ضعف و پیری میں آپ کا یہ عظیم مجاہدہ تھا' ایسا عظیم مجاہدہ جس کا اجر رب دو عالم ہی دے سکے گا۔

ادھر آپ پاکستان کی حکومت سے بہت نالاں تھے' ایوان حکومت کی ہر وہ گونج جو اسلامی اور قرآنی نظام کے خلاف ہوتی اور آپ کے کانوں پر پڑتی' وہ آپ کو تڑپا دیتی تھی۔ ''بینات'' کے صفحات میں آپ کی یہ تڑپ دیکھی جاسکتی ہے' لیکن جب سے پاکستان میں فوجی انقلاب آیا' آپ اس انقلاب سے بہت مسرور و خوش تھے' اور پاکستان میں اسلام کے لئے اس کو نیک فال سمجھتے تھے۔ اس انقلاب کے فوراً ہی بعد بینات میں طویل اور پرمسرت اور پرامید اداریہ لکھا، جس میں آپ کی خوشی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ موجودہ عسکری حکومت کے سربراہ جنرل ضیاء الحق کے مداح تھے' ان کی دینداری اور سلجھے ہوئے اسلامی ذہن سے بہت کچھ امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے اور آپ کو یقین تھا کہ اب پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی اسٹیٹ کی صورت میں ابھرے گا۔ جنرل ضیاء الحق کو بھی آپ کی ذات پر بڑا بھروسہ تھا۔ اسلامی قوانین کے نفاذ پر غور کرنے کے لئے انہوں نے جو مجلس علماء پاکستان کی مقرر کی تھی، اس کا آپ کو انہوں نے رکن بنایا تھا اور اب وقت آ گیا تھا کہ مولانا کی سرپرستی میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا کام آگے بڑھے' مگر افسوس کہ کاتب تقدیر کا فیصلہ کچھ اور تھا' اور مولانا اپنے رب سے جا ملے۔ دعا ہے کہ مولانا کی امنگوں کے مطابق پاکستان میں جلد اسلامی نظام قائم ہو، جس کے نام پر پاکستان کا وجود عمل میں آیا تھا۔

مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے اولین فارغین میں سے تھے' ایک عرصہ تک آپ نے فراغت کے بعد جامعہ میں تدریس کی بھی خدمت انجام دی اور آخر میں جامعہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز ہوئے' لیکن حادثہ تقسیم کے بعد مولانا کا تعلق زیادہ باقی نہ رہ سکا اور آپ پاکستان تشریف لے گئے' جہاں آپ کے فیوض و برکات سے سرزمین پاکستان کو بڑا فائدہ پہنچا' لیکن اس نقل وطن کے باوجود جامعہ کے حالات سے آپ برابر آگاہ رہتے۔ یہاں کی ترقی سے خوش ہوتے اور یہاں کے کتب خانے کو آپ اپنی تصنیف کا ہدیہ بھیجتے رہتے' جس سے آپ کا اس جامعہ سے غایت تعلق ظاہر ہوتا ہے۔

یہ چند سطریں حضرت مولانا کی وفات پر ادارہ بینات جو بینات کا خاص نمبر نکالا جارہا ہے' اس میں شرکت کے لئے تحریر کی گئی ہیں۔ بازار مصر میں اس کی قیمت تو کیا ہوگی، البتہ خریداران یوسف میں میرا بھی نام لکھ دیا جائے گا۔